جب 'ترجمان القرآن' پر پابندی لگی!

پروفیسر عبدالحمید صدیقی

جنوری ۱۹۶۴ء میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کے دورِحکومت میں جب جماعت اسلامی پاکستان پر پابندی عائد کی گئی ، اور مولانا سیّدابوالاعلیٰ مودودی سمیت جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے پچاس ارکان کو قید کر دیا گیا تو حکومت نے اپنے عتاب کا نشانہ ترجمان القرآن کو بھی بنایا۔ جس کے نتیجے میں جنوری سے جون ۱۹۶۴ء کے دوران چھے ماہ تک پرچہ شائع نہ ہوسکا۔ ترجمان کے نائب مدیر پروفیسر عبدالحمید صدیقی نے پابندی ختم ہونے پر جو'اشارات'(جولائی ۱۹۶۴ء) تحریر کیے، ان کا پہلا حصّہ دیا جارہا ہے، تاکہ قارئین کو معلوم ہوسکے کہ ترجمان اور اُس کے مدیر کن مراحل سے گزر کر رہنمائی کا چراغ روشن کرتے رہے۔ ادارہ

چھے ماہ کی بندش کے بعد ترجمان القرآن پھر شائع ہو رہا ہے، بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۴۱ (ھود۱۱: ۴۱)

ترجمان القرآن پر جو اُفتاد پڑی ہے، صحیح صورتِ حال کی تفصیلات سے کم حضرات آگاہ ہوں گے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضروری واقعات یہاں اختصار سے پیش کر دیے جائیں:

ترجمان اکتوبر ۱۹۶۳ء کے شمارے میں ایک مضمون: 'ایران میں دین اور لادینی کی کش مکش' [خلیل احمد حامدی] کے زیرعنوان چھاپا گیا تھا۔ اس پر مغربی پاکستان کے شعبۂ اطلاعات کی جانب سے ایک مراسلہ ۱۲ نومبر ۱۹۶۳ء ناشر ترجمان کو موصول ہوا، جس میں تحریر تھا: ''مذکورہ بالا مضمون سے حکومت پاکستان اور حکومتِ ایران کے مابین دوستانہ روابط خراب ہونے کا امکان ہے، اس لیے آپ سات دن کے اندر وجہ بتائیں کہ ویسٹ پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس ۱۹۶۳ء کے تحت آپ کے خلاف کیوں کارروائی نہ کی جائے، آپ کے رسالے کا ڈیکلریشن معطل کیوں

نہ کیا جائے اور آپ سے دس ہزار روپے کی ضمانت کیوں نہ لی جائے؟ اگر آپ بالمشافہہ صفائی پیش کرنا چاہیں تو شعبۂ مذکورہ کے ڈپٹی سیکرٹری صاحب سے ۱۹ نومبر کو ملاقات بھی کر سکتے ہیں''۔

اس نوٹس کے جواب میں ۱۸ نومبر کو حسب ذیل توضیحات سیکرٹری صاحب کی خدمت میں تحریراً پیش کی گئیں:

۱- ہمارے اکتوبر ۱۹۶۳ء کے شمارے میں 'ایران میں دین اور لادینی کی کش مکش' کے زیرعنوان جو مضمون شائع ہوا ہے، اس میں کوئی چیز مقالہ نگار نے اپنی طرف سے نہیں لکھی ہے بلکہ وہ ایران اور عراق کے معروف اہل علم کی شائع شدہ تحریروں کا خلاصہ ہے اور وہ شائع شدہ مواد ہمارے پاس موجود ہے۔ علاوہ بریں جن واقعات کا اس میں ذکر کیا گیا ہے، وہ دُنیا کی خبررساں ایجنسیوں کے ذریعے سے بھی پاکستان کے اخبارات میں شائع ہوچکے ہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو، روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۵ جنوری ۱۹۶۳ء اور ۶ جون ۱۹۶۳ء۔

۲- اس مضمون کے جواب میں سفارت خانہ ایران [۱] کی طرف سے ایک مضمون ہمارے پاس آچکا ہے، جسے ہم لفظ بلفظ زیرطبع پرچے میں دے رہے ہیں۔ یہ پرچہ یکم دسمبر ۱۹۶۳ء کو شائع ہونے والا ہے۔ کوئی پرچہ اگر تصویر کے دونوں رُخ بے کم و کاست لوگوں کے سامنے رکھ دے تو اس کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے بدنیتی کے ساتھ کام کیا ہے، یا اس کے پیش نظر کوئی خرابی برپا کرنا ہے، بلکہ یہ فعل دُنیا کے معروف صحافتی آداب سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے۔

۳- مغربی پاکستان کے مختلف اخبارات و رسائل میں متعدد دوست ملکوں اور ان کی حکومتوں کے حالات پر بحث و تنقید کی جاتی رہی ہے۔ ان پر کوئی کارروائی نہ ہونے سے ہم یہ تصور کرنے میں حق بجانب تھے کہ ویسٹ پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی نَنس کا منشا یہ نہیں ہے کہ دوست ممالک کے اچھے یا بُرے حالات کو شائع کرنا یا ان پر تبصرہ کرنا سرے سے ہی جرم ہے۔ نیز یہ تصور کرنا بھی ہمارے لیے مشکل ہے کہ قانون کا اطلاق سب اخبارات و رسائل پر یکساں نہ ہوگا، یا دوست ممالک کے درمیان فرق کیا جائے گا۔

۴- ترجمان کے متعلق اسی طرح کی شکایت [پر] آرڈی نَنس کی دفعہ ۲۷ کے تحت

---

[۱] یاد رہے اُس زمانے میں ایران پر رضا شاہ پہلوی کی آمرانہ بادشاہت تھی۔ (ادارہ)

تنبیہہ پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔

دسمبر [۱۹۶۳ء] کے پرچے میں سفارت خانہ ایران کی جانب سے موصولہ مضمون شائع کر دیا گیا۔ اس کے بعد حکومت مغربی پاکستان کے ہوم سیکرٹری صاحب کی طرف سے ایک حکم نامہ مؤرخہ یکم جنوری ۱۹۶۴ء کو وصول ہوا، جس میں یہ درج تھا کہ ''ترجمان کے مضمون 'ایران میں دین اور لادینی کی کش مکش' سے چونکہ حکومت پاکستان اور حکومت ایران کے تعلقات بگڑ جانے کا امکان ہے اور نوٹس کے جواب میں اس کے ناشر کی جانب سے پیش کردہ وضاحت غیر تسلی بخش ہے۔ اس لیے گورنر صاحب مغربی پاکستان آرڈی ننس مذکورہ کی دفعہ ۲۷ کے تحت ترجمان کے ڈیکلریشن کو چھ ماہ کے لیے معطل فرماتے ہیں''۔

اس کارروائی کے بعد ۱۲فروری ۱۹۶۴ء کو مغربی پاکستان ہائی کورٹ میں ناشر ترجمان القرآن نے ایک درخواست داخل کی، جس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ ''جس آرڈی ننس کے تحت ترجمان کے خلاف کارروائی کی گئی ہے، وہ ۱۰/اکتوبر ۱۹۶۳ء کو نافذ ہوا ہے اور ترجمان کے جس مضمون پر اعتراض کیا گیا ہے، وہ ۲/اکتوبر ۱۹۶۳ء کو پریس میں چھپ گیا تھا اور ۵/اکتوبر کو اس کی بڑی تعداد قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی، اس لیے اس کی اشاعت آرڈی ننس مذکور کی زد میں نہیں آتی''۔ اس درخواست میں یہ بھی اعتراض کیا گیا تھا کہ ''بیرونی ممالک سے تعلقات کی خرابی کا مسئلہ مرکزی حکومت کے حیطۂ اختیار میں ہے، اس لیے صوبائی حکومت اس ضمن میں کوئی قانون سازی یا انتظامی اقدام نہیں کرسکتی۔ آرڈی ننس مذکور کو اس بنا پر بھی چیلنج کیا گیا تھا کہ یہ دستور کے بنیادی حقوق سے متصادم ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر استدعا کی گئی تھی کہ پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس کو بنیادی حقوق کے منافی اور کالعدم قرار دیا جائے اور ترجمان القرآن کی معطلی کا حکم بھی غیر قانونی ٹھیرایا جائے''۔

اس درخواست پر ہائی کورٹ نے جلد تاریخ مقرر کرنے کا حکم صادر فرمایا، لیکن تقریباً تین ماہ تک کوئی تاریخ متعین نہ ہوسکی۔ پھر مزید ایک درخواست اس امر کی پیش کی گئی کہ اس مقدمے کی سماعت کے لیے تاریخ کا تعین کیا جائے، ورنہ دادرسی کا مقصد فوت ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ اس پر معزز عدالت نے دوبارہ حکم دیا کہ ''بہت جلد تاریخ مقرر کی جائے''۔ لیکن تاریخ مقرر ہونے سے پہلے پابندی کی میعاد ختم ہوچکی ہے اور یہ پرچہ بندش کی پوری مدت ختم ہوجانے کے بعد اسی وقت پر

شائع ہورہا ہے، جس وقت پر یہ عدالت سے رجوع نہ کرنے کی صورت میں شائع ہوتا۔

قارئین ترجمان کو یہ بھی معلوم ہے کہ ترجمان القرآن کی اشاعت پر پابندی کے صرف پانچ روز بعد مدیر ترجمان مولانا سیّدابوالاعلیٰ مودودی کو بھی جماعت اسلامی پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ارکان سمیت نظر بند کردیا گیا تھا۔ اس نظربندی کی جو وجوہ مولانا کو جیل میں حکومت ِ پاکستان کی جانب سے بتائی گئی تھیں ان میں اس مضمون کی اشاعت کا ذکر کیا گیا تھا، جس کی بنا پر ترجمان کو بند کیا گیا تھا۔

اس کا جو جواب مدیر ترجمان القرآن سیّدابوالاعلیٰ مودودی کی جانب سے ہوم سیکرٹری صاحب کو دیا گیا تھا، اس کا متعلقہ حصّہ نقل کردینا مناسب ہوگا، اور وہ یہ ہے:

آخری الزام آپ کا میرے اُوپر یہ ہے کہ مَیں نے اپنے رسالے ترجمان القرآن کے اکتوبر ۱۹۶۳ء کے پرچے میں ایک مضمون ایران اور اس کے شاہی خاندان کے خلاف شائع کیا تھا۔ اور آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ اس مضمون کی اشاعت سے میرا مقصد ایران کے ساتھ، جو پاکستان کا روایتی حلیف ہے، پاکستان کے تعلقات کو خراب کرنا تھا۔ اس کے جواب میں چند باتیں گزارش کروں گا:

- اوّلاً، جس مضمون کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ایران اور عراق کے مشہور علما کی شائع شدہ تحریروں کا قریب قریب لفظی خلاصہ تھا۔ ان میں سے ایک علماء ایران کا ایک مفصل خط ہے، جس میں انھوں نے عراق کے سب سے بڑے شیعہ عالم السیّدابوالقاسم الخوئی کو خطاب کرکے ایران کے حالات بیان کیے ہیں اور یہ خط رسالہ من علماء ایران کے نام سے نجف اشرف کے النعمان پریس نے شائع کیا ہے۔ دوسرا پمفلٹ خود سیّد ابوالقاسم الخوئی کا اپنا لکھا ہوا ہے، جس میں انھوں نے ایران کے اندر یہودیوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کی تفصیل، بیان کی ہے اور اس کے خطرناک نتائج پر حکومت ِ ایران کو متنبہ کیا ہے۔ یہ پمفلٹ بھی نجف اشرف سے بعنوان تصریحات خطیرۃ للامام الخوئی شائع ہوا ہے۔ تیسرا مفصل پمفلٹ کفاح العلماء الاسلام کے عنوان سے کربلا کی مجلس ثقافت اسلامیہ نے شائع کیا ہے جس میں ایران کے واقعات کی پوری

تفصیل تاریخ اور رُموز بحوالہ بیان کی گئی ہے۔

- ثانیاً، اس مضمون کی اشاعت کے بعد میرے پاس سفارت خانہ ایران کی طرف سے ایک تردیدی مضمون آیا اور مَیں نے اسے بھی دسمبر ۱۹۶۳ء کے پرچے میں شائع کردیا (اس رسالے کی ایک کاپی مَیں بورڈ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور خصوصیت کے ساتھ اس مضمون پر ایڈیٹر کی طرف سے جو تعارفی نوٹ دیا گیا ہے، اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں)۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی رسالہ یا اخبار پوری ایمان داری کے ساتھ دونوں طرف کے بیانات شائع کردے، تو دُنیا بھر کے مانے ہوئے اصولِ صحافت کے لحاظ سے اس کی روش پر آخر کیا اعتراض کیا جاسکتا ہے؟
- ثالثاً، پاکستان کے اخبارات و رسائل سے مَیں کم و بیش پچاس ایسی مثالیں پیش کرسکتا ہوں، جن میں ترکی، مصر، شام، اُردن، سعودی عرب، عراق، کویت اور دوسرے متعدد ملکوں کے متعلق اور ان میں سے بعض کے حکمرانوں کی شخصی زندگیوں کے متعلق اس سے بھی زیادہ سخت مضامین شائع ہوئے ہیں۔ میرے لیے اس وقت جیل میں ان مثالوں کو فراہم کرنا مشکل ہے، لیکن اگر مجھے موقع دیا جائے تو مَیں اصل پرچوں کی کاپیاں پیش کرسکتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ آیا صرف ایران ہی پاکستان کا دوست ملک ہے یا دوسرے ملک بھی ہیں؟ اور اگر یہ دوسرے ملک بھی پاکستان کے دوست ہیں تو ان کے متعلق جو مضامین لکھے گئے تھے، ان پر گرفت نہ کرنے اور ترجمان القرآن پر گرفت کرنے کی کیا معقول وجہ ہے؟ مجھے معلوم ہے کہ ترجمان القرآن کو اس جرم کی پاداش میں بند کرنے کے بعد ترازو کے پلڑے برابر کرنے کے لیے لائل پور [فیصل آباد] کے ایک اخبار المنبر کو بھی مصر کے خلاف لکھنے کی سزا دی گئی ہے، لیکن اس طرح کے مضامین صرف المنبر ہی میں نہیں نکلے ہیں۔ مَیں اُوپر عرض کرچکا ہوں کہ مَیں دوسرے متعدد اخبارات و رسائل کے کم و بیش پچاس ایسے ہی مضامین پیش کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ پھر کیا محض ایک اخبار کے خلاف کارروائی کرنے سے ترازو کے پلڑے برابر ہوجاتے ہیں؟

- رابعاً، اس مضمون کی اشاعت کی یہ سزا ترجمان القرآن کو دی جاچکی ہے کہ اسے چھے مہینے کے لیے بند کردیا گیا ہے۔ اب اسی فعل کی سزا مجھے گرفتار اور قید کرنے کی صورت میں دینا انصاف ہے یا جذبۂ انتقام کا اظہار؟
- خامساً، ترجمان القرآن کے مضمون کی اشاعت کی ذمہ داری تنہا مجھ پر ہے۔ مَیں شخصی حیثیت سے اس رسالے کا مالک ہوں۔ جماعت اسلامی کی تشکیل سے بھی پہلے ۹ سال سے مَیں اس کو شائع کر رہا تھا۔ اس کے انتظام، ادارت، آمدوخرچ کا کوئی تعلق جماعت اسلامی سے نہیں ہے اور نہ وہ جماعت اسلامی کا کسی معنٰی میں بھی آرگن ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس پرچے میں ایک مضمون شائع ہونے کی ذمہ داری پوری جماعت اسلامی پر عائد کر دینا اور اس کو خلافِ قانون قرار دینے کے علاوہ اس کے پچاس سے زیادہ لیڈروں کو بھی اس گناہ کی پاداش میں قید کر دینا، کیا اس بات کا صریح ثبوت نہیں ہے کہ حکومت دراصل جماعت اسلامی کے خلاف خار کھائے بیٹھی تھی، اور ہر طرح کے کردہ وناکردہ جرائم کا الزام اس پر تھوپ دینے کے لیے تُلی ہوئی تھی۔
- سادساً، آپ کو میری اس نیت کا علم کیسے ہوا کہ مَیں نے وہ مضمون پاکستان اور ایران کے تعلقات خراب کرنے کے لیے شائع کیا تھا؟ دُنیا بھر میں یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی حکومت اپنے ملک کے باشندوں پر زیادتی کرتی ہے اور خود ملک کے باشندے اس کی دراز دستیوں کو روکنے سے عاجز رہ جاتے ہیں، تو بیرونی ممالک کی رائے عام کا دباؤ اس پر ڈالا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے شہریوں کے ساتھ انصاف کرنے کی ضرورت محسوس کرے۔ ایران کے باشندے ہمارے مسلمان بھائی ہیں اور ہمیں فطری طور پر ان سے ہمدردی ہے۔ میرے علم میں جب ایران اور عراق کے مستند علما کی تحریروں سے یہ بات آئی کہ وہاں یہ ظلم ہو رہا ہے، تو مَیں نے اس نیت سے ان کی تحریروں کا خلاصہ شائع کیا کہ ایران کی حکومت پر انصاف کرنے کے لیے اخلاقی اثر ڈالا جاسکے۔ (اسی غرض سے ایران کے ایک دوسرے ہمسایہ ملک عراق کے بھی بااثر لوگوں نے وہ مضامین اور پمفلٹ شائع کیے ہیں، جن کا مَیں نے اُوپر حوالہ دیا ہے)۔ درحقیقت

میرے حاشیۂ خیال میں بھی اس مقصد کا کوئی شائبہ نہ تھا کہ مَیں اس ذریعے سے پاکستان اور ایران کے تعلقات خراب کروں، لیکن حکومت نے مجھے مجرم ٹھیرانے کے لیے میرے اس فعل کو اپنی طرف سے بدترین معنی پہنا ڈالے اور میرے ساتھ پوری جماعت اسلامی پر یہ الزام عائد کر دیا (جیسا کہ اس کے ۶ جنوری کے پریس نوٹ سے واضح ہے) کہ وہ بھی اس بُرے مقصد کی حامل ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حکومت ہر ممکن اقدام ہم پر چسپاں کرنے کے لیے کس قدر بے چین ہے؟

مدیر ترجمان کو جن وجوہ کی بنا پر بار بار حوالۂ زنداں کیا جاچکا، وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ دستِ ظلم دراز کرنے والے، اسے سننے والے، اس ملک کے عوام اور بیرونی دُنیا کا ایک معتد بہ طبقہ اس دل فگار داستان کی ایک ایک کڑی سے پوری طرح واقف ہے اور اُن اسباب پر بھی اچھی طرح نظر رکھتا ہے جس کے نتیجے میں یہ سب کچھ ظہور میں آ رہا ہے اور آیندہ جس کے آنے کی توقع ہے۔

ان حالات میں ہم منعمِ حقیقی کی بارگاہ میں سراپا سپاس ہیں کہ اس نے ہم جیسے کمزور اور ناتواں افراد کو جن کے پاس علم و عمل کی کوئی پونجی نہیں ایک ایسی آواز کو بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جو مختلف اَدوار میں اللہ تعالیٰ کے انبیا علیہم السلام نے بلند کی تھی اور جسے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اُمت کے ائمہ اور صلحاء نے بڑی دلسوزی اور جرأت مندی کے ساتھ ہر عہد میں بلند کیا تھا۔

ہماری آواز اگرچہ نحیف ہے، لیکن ہمارا دل اس بات پر پوری طرح مطمئن ہے کہ یہ آواز بہرحال وہی ہے، جس کے بلند ہونے کے ساتھ ہی ظلم و استبداد کے ایوانوں میں کھلبلی مچ جاتی ہے۔ جہالت، تنگ نظری، تعصب، خودغرضی کی قوتیں بوکھلا اُٹھتی ہیں، اور وہ سب مل کر اسے دبانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس قسم کے نامساعد حالات میں جب ملک کے پورے ذرائع و وسائل ایک نہایت ہی مختصر طبقے کے ہاتھ میں ہوں، اور وہ اقتدار کے نشے میں اس حد تک بہک چکا ہو کہ کسی معقول سے معقول بات کے سننے سے بھی اُسے ضد اور چڑ پیدا ہوتی ہو، انسان سوائے کارسازِ مطلق کے

اورکس ذات پر بھروسا کرسکتا ہے؟ بِسْمِ اللہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا۔

ترجمان اور مدیر ترجمان کے ساتھ اس سلوک پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے، البتہ ہم اتنی بات عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا بلکہ جو کچھ ہوا ہے وہ عین توقع کے مطابق ہوا ہے۔ جب ملک کے سیاسی اُفق پر تاریک گھٹائیں چھا جائیں تو ان کے دامن سے بجلیوں کا گرنا کوئی غیر متوقع عمل نہیں ہوتا، بلکہ اس کے سوا اگر کوئی دوسری صورت پیدا ہوجائے تو البتہ تعجب کا موجب ہوسکتی ہے۔ ترجمان القرآن جس نصب العین کی طرف مسلمانوں کو بڑھنے کی دعوت دے رہا ہے، یہ سب اُس راہ کے سنگ میل ہیں جن سے آخری منزل کا پتہ چلتا ہے۔

یہاں ہم پھر ایک بار اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ ترجمان القرآن کوئی تجارتی پرچہ نہیں ہے کہ جس کی پالیسی مادّی نفع ونقصان کے میزانیوں کے مطابق متعین ہوتی ہو۔ ہمارے نزدیک مالی سُود وزیاں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہمارے لیے فیصلہ کن چیز صرف ایک ہے کہ کسی طرزِفکر اور کسی طرزِعمل کے اختیار کرنے میں ہم اپنے خالق و مالک کی کس حد تک رضا جوئی حاصل کر رہے ہیں؟ اپنے آقا و مولا کی خوش نودی ہمارا منتہائے مقصود ہے۔ اگر ہمارے کسی کام سے ہمارا فرماں روائے حقیقی ہم سے خوش ہوتا ہے تو ہمیں اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ غرض کے بندے اُس کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں، یا اقتدار کی جبینوں پر کس انداز کے شکن پڑتے ہیں۔ ہمیں اگر فکر ہے تو خالق کی ناراضی کی۔ کیونکہ اس کی ناراضی ہمارے لیے دُنیا و آخرت اور آخرت میں بربادی اور نامرادی کا حکم رکھتی ہے۔ اُس کی نگاہِ التفات ہٹ جانے کے بعد ہماری قسمت میں سوائے محرومی کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

باقی رہا دُنیاوی 'اقتدار' کا غیظ وغضب تو اُس کی ہمیں قطعاً کوئی پروا نہیں ہے۔ ہم ہر قسم کی آزمایش کے لیے مالکِ حقیقی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کے لیے ہم دعوت نہیں دیتے، لیکن اس بات سے پوری طرح واقف ہیں کہ دُنیا میں سب سے کمزور اگر کوئی چیز ہے تو وہ اقتدار ہے۔

بیتِ عنکبوت بھی اپنی کوئی بنیاد رکھتا ہے، لیکن اقتدار کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔